Rooh-e-Tahqeeq, Vol.03, No.04, Serial No. 10, October – December 2025

تفسیر برہان القرآن کی روشنی میں نماز اور اس سے متعلق جدید فقہی مسائل کا تجزیہ

An analysis of Prayer (ṣalāh) and its related contemporary juristic issues in the light of Tafsīr Burhān al-Qur'ān

Muhammad Ismail Khan
Department of Arabic & Islamic Studies, Gomal University, Dera Ismail Khan
ismailkhan6592@gmail.com

Dr. Manzoor Ahmad
Assistant Professor, Department of Arabic & Islamic Studies, Gomal University, Dera Ismail Khan
drmanzoor67@yahoo.com

Dr. Muhammad Altaf Hussain
Lecturer, Moon Higher Secondary School, Old Shujabad Road, Multan
hamzabinaltaf@gmail.com

Abstract:
This article critically examines contemporary juristic issues related to Ṣalāh (prayer) in light of Qur'ānic guidance and classical Islamic jurisprudence, with particular reference to the exegesis *Burhān al-Qur'ān* by Qārī Muḥammad Ṭayyib Naqshbandī. As a central pillar of Islam, prayer not only establishes a direct relationship between the believer and Allah but also plays a vital role in shaping a disciplined and cohesive Muslim society. However, modern developments such as advanced modes of travel, changing social conditions, and medical complexities have given rise to new questions regarding the performance of prayer. The study explores key issues including the permissibility of offering prayer while traveling in contemporary means of transport such as airplanes, trains, and buses; the legal rulings and wisdom behind Ṣalāt al-Qaṣr (shortened prayer) and Ṣalāt al-Khawf (prayer in conditions of fear); and the application of Tayammum (dry ablution) in cases of illness or unavailability of water. It also highlights the importance of congregational prayer and the conditions related to imamate, as discussed in classical and contemporary juristic discourse. Employing an analytical and comparative methodology, the article evaluates the arguments presented by the author, examines his juristic approach, and compares his views with established positions of classical jurists, particularly within the Ḥanafī school. The study further emphasizes the adaptability and flexibility of Islamic law in addressing emerging challenges without compromising its foundational principles. The findings suggest that Islamic jurisprudence provides comprehensive guidance for maintaining the continuity of prayer under all circumstances, offering both ease and discipline. The article concludes that a balanced application of juristic principles, rooted in the Qur'ān, Sunnah, and sound reasoning, is essential for addressing contemporary issues related to worship in a rapidly changing world.

Keywords:

Ṣalāh (Prayer), Tayammum (Dry Ablution), Ṣalāt al-Qaṣr (Shortened Prayer), Ṣalāt al-Khawf (Prayer in Fear), Contemporary Fiqh Issues

عبادات اسلام کا بنیادی ستون ہیں جن پر فرد کی دینی زندگی اور معاشرتی نظم کی روح قائم ہوتی ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج نہ صرف بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تعلق کو مضبوط کرتے ہیں بلکہ اجتماعی سطح پر بھی ایک منظم اور متوازن اسلامی معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔ تاہم جدید دور میں سائنسی ترقی، طبی ایجادات، معاشی پیچیدگیوں اور عالمی روابط نے ان عبادات سے متعلق کئی نئے فقہی مسائل کو جنم دیا ہے، جن کے حل کے لیے محض روایتی فہم کافی نہیں بلکہ اصولِ فقہ کی روشنی میں اجتہادی بصیرت کی ضرورت ہے۔ قاری طیب نقشبندی کی تفسیر برہان القرآن میں ان عبادات کے ضمن میں متعدد ایسے مسائل پر گفتگو ملتی ہے، جیسے سفر میں نماز کا حکم، صلاۃ الخوف، اوقاتِ صلوٰۃ، تیمم کے احکام، انجکشن کے ذریعے روزہ کے ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کا مسئلہ، اور دیگر معاصر فقہی مباحث۔ اس آرٹیکل میں ان میں سے نماز سے متعلق معاصر فقہی مباحث کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے، جس میں مصنف کے دلائل، ان کا منہجِ استدلال، اور دیگر فقہی آراء کے ساتھ ان کا تقابل پیش کیا گیا ہے تاکہ ان کی علمی قدر و قیمت اور معاصر افادیت کو واضح کیا جا سکے۔

نماز اسلامی عبادات میں سب سے اہم رکن ہے، جسے دین کا ستون قرار دیا گیا ہے اور جس کے ذریعے بندہ اپنے رب سے براہِ راست تعلق قائم کرتا ہے۔ اسی بنیادی حیثیت کے پیشِ نظر فقہِ اسلامی میں نماز سے متعلق مسائل کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جن میں طہارت، اوقاتِ صلوٰۃ، ارکانِ نماز، جماعت، قصر و جمع، صلاۃ الخوف اور دیگر متعلقات شامل ہیں۔ دورِ جدید میں سفر کے ذرائع، جنگی حالات، طبی مسائل اور مصروف طرزِ زندگی نے نماز کے بعض احکام کے فہم اور اطلاق میں نئے سوالات کو جنم دیا ہے، جن کے حل کے لیے اجتہادی بصیرت اور اصولی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ قاری طیب نقشبندی کی تفسیر برہان القرآن میں نماز سے متعلق ان مباحث کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کرتے ہوئے عملی پہلوؤں پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾(۱)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (خدا کے آگے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو۔

قاری محمد طیب نقشبندی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ خطاب دراصل یہود سے ہے کہ تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو؛ یعنی پہلے ایمان لاؤ، پھر ان عبادات کو بجا لاؤ۔ اس لیے "رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو" فرمایا گیا کہ یہود کی نماز میں رکوع شامل نہ تھا، تو انہیں حکم دیا گیا کہ مسلمان ہو کر مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوں اور رکوع والی نماز ادا کریں۔ اگرچہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی، مگر اس کے الفاظ عام ہیں، اس لیے مسلمانوں کو بھی اس میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کریں اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کریں، یعنی نماز باجماعت ادا کریں۔

نمازِ باجماعت کی اہمیت کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں کسی شخص کو اپنی جگہ کھڑا کروں جو لوگوں کو نماز پڑھائے، اور چند نوجوانوں کو ساتھ لے کر ان لوگوں کے پاس جاؤں جو مسجد میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ اللہ کی قسم! اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ مسجد میں ان کے لیے گوشت کی کوئی بہترین ہڈی ملے گی تو وہ عشاء کی نماز بھی ضرور مسجد میں پڑھنے آئیں۔(۲)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز باجماعت اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔(۳)

قاری صاحب اس پر تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دنیاوی معاملات میں اگر ہمیں ایک روپیہ یا ایک پاؤنڈ کا معمولی فرق بھی نظر آجائے تو ہم اس کے لیے دور تک جانے کو تیار ہو جاتے ہیں، مگر مسجد میں جاکر نماز پڑھنے کا ستائیس گنا اجر حاصل کرنے کی پرواہ نہیں کرتے۔ احادیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ مسجد کی طرف اٹھنے والے ہر قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے، ایک گناہ مٹایا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے، اور فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس پر رحم فرما، اس پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔(۴)

فقہی طور پر نماز باجماعت کو واجب قرار دیا گیا ہے، البتہ نابینا، مریض اور معذور شخص پر ترکِ جماعت کا گناہ نہیں۔ اسی طرح شدید سردی، تیز بارش، سخت اندھیرا، قافلے کے چھوٹ جانے کا خوف، شدید بھوک یا قضائے حاجت کی سخت ضرورت جیسے اعذار کی صورت میں جماعت ترک کرنا جائز ہے۔(۵)

مزید برآں، امام کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ بدعقیدہ نہ ہو۔ نماز باجماعت کی اہمیت کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ امام صحیح العقیدہ ہو۔ بدعتی سے مراد وہ شخص ہے جس کے عقائد اہل سنت کے متفقہ اور اجماعی عقائد—جن پر چاروں مکاتبِ فقہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) قائم ہیں، کے خلاف ہوں۔ مثلاً توسل کے انکار کو لازم سمجھنا یا انبیاء و اولیاء کے توسل کو شرک قرار دینا، حیاتِ انبیاء کا انکار کرنا، زیارتِ قبرِ رسول ﷺ کے لیے سفر کو حرام کہنا، یا شیخین کی افضلیت کا انکار کرنا وغیرہ۔(۶)

مزید لکھتے ہیں کہ در مختار میں تصریح ہے کہ وہ بدعتی شخص جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ عقائد کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو، اس کی امامت مکروہ ہے۔ اس کی شرح میں ابن عابدین نے اپنی معروف کتاب رد المحتار میں بیان کیا ہے کہ بدعتی کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے۔

اسی ضمن میں انہوں نے حسن بن عمار شرنبالی کا قول نقل کیا ہے کہ امام محمد نے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف سے روایت کیا ہے کہ اہلِ ہوا (یعنی بدعقیدہ لوگوں) کے پیچھے نماز جائز نہیں ۷۔ البتہ صحیح قول یہ ہے کہ جس شخص کی بدعت حدِّ کفر تک نہ پہنچی ہو، اس کے پیچھے نماز مع الکراہت جائز ہے۔(۸)

مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر کسی کی بدعقیدگی حدِ کفر تک پہنچ جائے تو اس کے پیچھے نماز سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر:

- شبِ معراج میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کے سفر کا انکار،
- صحابیتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا انکار،
- تحریفِ قرآن کا قائل ہونا،
- حجیتِ حدیث کا منکر ہونا،
- ختمِ نبوت کا انکار،
- یا کسی بھی قطعی اور ضروری عقیدہ کا انکار

ایسا شخص کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز بالکل واقع نہیں ہوتی۔

اسی طرح مصنف لکھتے ہیں کہ داڑھی منڈوانے یا شرعی حد سے کم رکھنے والے کی امامت بھی مکروہِ تحریمی ہے۔ نیز فاسقِ معلن، یعنی جو اعلانیہ گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہو اس کے پیچھے نماز بھی مکروہ ہے۔ داڑھی منڈوانا یا قبضہ سے کم رکھنا بھی اسی زمرے میں داخل ہے۔ اس مسئلہ پر حدیث سے استدلال کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کم کرو۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو داڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور جو حصہ قبضہ سے زائد ہوتا اسے کاٹ دیتے۔

مصنف کے مطابق چونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سنتِ رسول ﷺ کی سختی سے پابندی کرتے تھے، اس لیے ان کا یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ داڑھی کی مسنون مقدار قبضہ تک ہے، اور "اوفوا اللحی" (داڑھی کو وافر کرو) کا حکم وجوب کے لیے ہے، جب تک اس کے خلاف کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔

ایسے ہی علامہ قاری محمد طیب نقشبندی سورۂ بقرہ کی آیت ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ﴾(۹) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اہلِ ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ تم فی الحال یہود کی اسلام دشمن سرگرمیوں پر اپنی توجہ مرکوز نہ کرو، ان سے نمٹنے کا وقت بعد میں آئے گا۔ اس وقت تمہاری اصل ذمہ داری یہ ہے کہ نماز اور زکوٰۃ جیسے بنیادی ایمانی تقاضوں کو پورا کرو۔

مزید وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ انسان دنیا میں جو بھی نیکی کرتا ہے، اس کا اجر آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہو جاتا ہے۔ دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزا۔ اسی مفہوم کو ایک معروف حدیث کے الفاظ میں یوں بیان کیا گیا ہے: ((الدنیا مزرعة الآخرة)) یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ مطلب یہ کہ بندہ دنیا میں جو کچھ بوتا ہے، آخرت میں اسی کا پھل پاتا ہے۔ لہٰذا اہلِ ایمان کو وقتی مخالفتوں اور رکاوٹوں سے گھبرا کر اپنے دینی فرائض سے غافل نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اپنی اصلاح اور اعمالِ صالحہ پر توجہ مرکوز رکھنی چاہیے۔(۱۰)

عند العذر چلتی سواری میں فرض نماز کا حکم

علامہ قاری محمد طیب نقشبندی سورۂ بقرہ کی آیت ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾(۱۱) کی تفسیر میں عصرِ حاضر کے ایک اہم مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس آیت سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ جس طرح نوافل سواری پر بلا عذر مطلقاً جائز ہیں، خواہ سواری کا رخ کسی بھی سمت ہو جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے اسی طرح عند العذر فرض نماز بھی سواری پر ادا کی جا سکتی ہے، چاہے اس کا رخ کسی بھی طرف ہو۔

عذر کی صورت یہ ہے کہ سواری سے اترنا ممکن نہ ہو یا اس کا رخ اختیار میں نہ ہو۔ مزید بر آں قرآنِ کریم میں ارشاد ہے ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا﴾(۱۲) یعنی اگر تم حالتِ خوف میں ہو تو نماز پڑھو خواہ پیدل ہو یا سوار ہو کر۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حالتِ عذر میں سواری پر فرض نماز کی گنجائش موجود ہے۔

مصنف نے اس مسئلہ پر فقہاءِ احناف کی تصریحات بھی نقل کی ہیں، جن میں فتاویٰ قاضی خان، طحطاوی، علامہ مراغی اور مراقی الفلاح وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

مزید استدلال کے طور پر جامع ترمذی کی ایک روایت ذکر کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم نے سواریوں پر نماز ادا کی، کیونکہ زمین کیچڑ سے بھری ہوئی تھی۔ اس موقع پر آپ ﷺ سجدہ کے لیے رکوع سے زیادہ سر جھکاتے تھے۔ اس سے اشارہ کی نماز کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

مصنف خلاصہ بیان کرتے ہیں کہ جس طرح عذر کی حالت میں قیام بلکہ رکوع و سجود بھی ساقط ہو سکتے ہیں جیسے مریض لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھتا ہے اسی طرح عند العذر استقبالِ قبلہ بھی معاف ہو سکتا ہے۔ اسی لیے فقہی حکم یہ ہے کہ اگر قبلہ معلوم نہ ہو تو جس سمت غالب گمان ہو، ادھر نماز ادا کر لی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عذر کی صورت میں استقبالِ قبلہ کی شرط میں تخفیف ہو جاتی ہے۔(۱۳)

ہوائی جہاز، ٹرین اور بس میں نماز کا حکم

مصنف اس بحث کے ضمین میں بیان کرتے ہیں کہ ہوائی جہاز میں اگر کھڑے ہو کر قبلہ رخ نماز پڑھنے کی سہولت با آسانی میسر ہو تو ایسا کرنا ضروری ہے۔ لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو تو سیٹ پر بیٹھ کر نماز ادا کی جا سکتی ہے، خواہ جہاز کا رخ کسی بھی سمت ہو۔ اسی طرح بس یا ٹرین میں بھی اگر قیام کے ساتھ نماز ادا کرنا دشوار ہو، تو قضا کرنے کے بجائے سیٹ پر بیٹھ کر اشارے سے نماز ادا کی جائے، اور سجدہ کے لیے سر کو رکوع سے زیادہ جھکایا جائے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم نے سواریوں پر نماز ادا کی۔ فتاویٰ قاضی خان میں صراحت ہے کہ فرض نماز بلا عذر سواری پر جائز نہیں۔ عذر کی صورتیں یہ ہیں:

- سواری سے اترنے میں جان یا مال کا خطرہ ہو،
- زمین کیچڑ سے بھری ہو،
- جانور سرکش ہو اور دوبارہ چڑھنا مددگار کے بغیر ممکن نہ ہو،
- اور مددگار موجود نہ ہو۔

اگر ان صورتوں میں مسافر نے سواری پر نماز ادا کر لی، اور بعد میں اتر کر دوبارہ ادا کرنا ممکن ہو گیا، تو اعادہ لازم نہیں۔(۱۴)

جدید ذرائع سفر جیسے بس، ٹرین اور ہوائی جہاز اپنے مقررہ اوقات اور نظام کے تحت چلتے ہیں، اور مسافر کے اختیار میں نہیں ہوتا کہ وہ انہیں نماز کے لیے رکوائے۔ لہٰذا سفر کے دوران نماز کا وقت آجائے تو حتی المقدور اسی سواری میں ادا کی جا سکتی ہے۔ اگر قیام ممکن ہو تو قیام کے ساتھ، ورنہ سیٹ پر بیٹھ کر اشارے سے نماز ادا کی جائے۔ ۱۵

نشہ اور جنابت کی حالت میں نماز سے متعلق بحث

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا﴾(۱۶)

ترجمہ: مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو نماز کے پاس نہ جاؤ اور جنابت کی حالت میں بھی (نماز کے پاس نہ جاؤ) جب تک کہ غسل (نہ) کر لو ہاں اگر بحالت سفر رستے چلے جا رہے ہو اور پانی

نہ ملنے کے سبب غسل نہ کر سکو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو) اور اگر تم بیمار ہو سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی لو اور منہ اور ہاتھوں پر مسح (کر کے تیمم) کر لو بے شک خدا معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

علامہ قاری محمد طیب نقشبندی اس آیت کی تفسیر میں اس عنوان کے شانِ نزول کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ انصار میں سے ایک شخص نے دعوت کی۔ اس موقع پر شراب پی گئی، کیونکہ اس وقت تک شراب قطعی طور پر حرام نہیں کی گئی تھی۔ نماز کا وقت آیا تو ایک شخص نے امامت کی اور سورۂ کافرون کی تلاوت میں غلطی کر دی، جس سے معنی میں تبدیلی واقع ہو گئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ﴾ روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ جامع ترمذی میں اس واقعہ میں نشہ کی حالت میں قراءت کرنے والے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، لیکن مصنف کے مطابق تحقیق یہ ہے کہ وہ حضرت علی نہ تھے بلکہ انصار میں سے کوئی اور شخص تھا، جیسا کہ حاکم نیشاپوری کی روایت میں وضاحت ملتی ہے۔ خود حاکم نے تصریح کی ہے کہ بعض خوارج نے نشہ کی حالت میں قراءت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا، حالانکہ وہ اس سے بری ہیں۔ اس طرح یہ نسبت کسی خارجی راوی کی وجہ سے وارد ہوئی، اور امام ترمذی کا دامن اس الزام سے پاک ہے۔
ساتھ ہی شراب کی حرمت کے مراحل بیان کرتے ہیں کہ شراب کی حرمت تین مراحل میں نازل ہوئی:

۱. پہلے مرحلے میں سورۂ بقرہ (آیت ۲۱۹) میں فرمایا گیا کہ شراب میں کچھ فائدے ہیں مگر اس کے نقصانات زیادہ ہیں۔ اس تنبیہ پر کئی لوگوں نے شراب چھوڑ دی۔
۲. پھر زیرِ تفسیر آیت نازل ہوئی کہ نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ اس کے بعد مزید لوگ شراب سے باز آ گئے، کیونکہ انہیں احساس ہوا کہ شراب عبادت میں خلل ڈالتی ہے۔
۳. آخر میں قطعی حکم نازل ہوا ﴿فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾(۱۷) اور فرمایا ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾(۱۸) اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فوراً شراب کو بہا دیا اور اس سے مکمل اجتناب اختیار کر لیا۔

یہ مسئلہ بیان کرنے کے بعد ایک اور اہم مسئلہ بھی اخذ کرتے ہیں کہ آیت کے الفاظ ﴿حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾(۱۹) کے مطابق نماز میں قرآن اس طرح پڑھنا ضروری ہے کہ قرأت درست ہو اور معنی میں تبدیلی نہ آئے۔ اگر قراءت ایسی ہو جس سے معنی بدل جائے تو نماز صحیح نہ ہو گی، جیسا کہ شانِ نزول میں غلط قراءت کے سبب ہوا۔

مصنف تنبیہ کرتے ہیں کہ بعض اوقات عجمی یا ہندی لہجے کی وجہ سے تلفظ میں ایسی غلطی ہو جاتی ہے جس سے معنی بدل جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی آیت کے الفاظ اس انداز سے ادا کیے جائیں کہ مفہوم فاسد ہو جائے تو یہ شدید قباحت کا باعث ہے۔ جان بوجھ کر ایسا پڑھنا کفر تک پہنچا سکتا ہے۔ البتہ جس شخص کا تلفظ درست نہ ہو، وہ اصلاح کی کوشش کرے۔ جب تک وہ اپنی استطاعت کے مطابق صحیح پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو، اس کی اپنی نماز درست ہے؛ لیکن وہ ان لوگوں کی امامت نہ کرائے جو صحیح قراءت پر قادر ہوں۔ (۲۰)

علامہ قاری محمد طیب نقشبندی بیان کرتے ہیں کہ جس طرح نشہ کی حالت میں نماز پڑھنا منع ہے، اسی طرح نیند کے شدید غلبہ میں بھی نماز نہیں پڑھنی چاہیے، تاکہ قراءت میں غلطی نہ ہو اور انسان کو شعور رہے کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے۔

اس ضمن میں انس بن مالک سے روایت نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز میں اونگھنے لگے تو اسے چاہیے کہ سو جائے، یہاں تک کہ اسے معلوم ہو کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں شعور اور حضورِ قلب ضروری ہے، اور ایسی حالت جس میں الفاظ و معانی کا ادراک نہ رہے، نماز کے ادب کے منافی ہے۔(۲۱)

مزید آیت کے لفظ "وَلَا جُنُبًا" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "جنب" اس شخص کو کہتے ہیں جس پر غسل فرض ہو۔ لہٰذا جب تک غسل نہ کر لیا جائے، نماز کے قریب نہ جاؤ۔ البتہ اگر مسافر ہو اور پانی میسر نہ ہو، تو تیمم کیا جا سکتا ہے۔

تیمم سے متعلق فقہی مباحث

تیمم کے احکام کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس قدر بیمار ہو کہ وضو یا غسل کرنے سے جان کو خطرہ ہو یا بیماری بڑھنے کا اندیشہ ہو، یا سفر میں ہو اور پانی دستیاب نہ ہو، تو ایسی صورت میں زمین کی پاک جنس مثلاً مٹی، ریت یا پتھر سے تیمم کر لے۔ پھر مصنف نے تیمم کا مسنون طریقہ بھی بیان کیا ہے، جس میں چہرے اور ہاتھوں کا مسح شامل ہے۔(۲۲) علامہ قاری محمد طیب نقشبندی تیمم کا طریقہ بیان کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ تیمم یوں کیا جائے کہ پہلے زمین پر دونوں ہاتھ مارے جائیں، پھر انہیں جھاڑ کر چہرے پر مسح کیا جائے۔ اس کے بعد دوبارہ زمین پر ہاتھ مار کر جھاڑ لیے جائیں اور کہنیوں تک بازوؤں پر اچھی طرح مسح کر لیا جائے۔ اس طرح اگر کوئی شخص بے وضو تھا تو اس کا وضو ہو گیا، اور اگر جنابت کی حالت میں تھا تو اس کا غسل شمار ہو جائے گا، اور وہ نماز ادا کر سکتا ہے۔

اس مسئلہ کی تائید میں ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ ایک سفر میں انہیں جنابت لاحق ہوئی۔ انہوں نے زمین پر لوٹ پوٹ ہو کر پورے جسم پر مٹی مل لی۔ بعد میں جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی تو آپ مسکرائے اور فرمایا کہ تمہیں اس کی ضرورت نہ تھی، بلکہ دو ضربیں کافی تھیں: ایک چہرے کے لیے اور دوسری بازوؤں کے لیے۔(۲۳) مصنف کے مطابق درج ذیل صورتوں میں تیمم کی اجازت ہے، پانی ایک میل یا اس سے زیادہ فاصلے پر ہو۔ شدید سردی ہو اور ٹھنڈے پانی سے جان جانے یا سخت بیماری کا اندیشہ ہو۔ بخار یا بیماری میں وضو یا غسل سے مرض بڑھنے کا خطرہ ہو۔ مسافر کے پاس پانی اتنا کم ہو کہ وضو یا غسل کرے تو پینے کے لیے باقی نہ رہے۔ کنویں سے پانی نکالنے کا سامان (ڈول وغیرہ) موجود نہ ہو۔ یہ تمام صورتیں قرآن کے الفاظ ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً﴾(۲۴) کے تحت داخل ہیں۔

اگر کسی کو معلوم ہو کہ قریب کہیں پانی موجود ہے تو اسے تلاش کرنا چاہیے، یہاں تک کہ نماز کا وقت تنگ ہو جائے۔ اگر اس کے باوجود پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ تاہم اگر نمازِ جنازہ یا نمازِ عید موجود ہو اور کسی کے پاس وضو نہ ہو، اور وضو کرنے کی صورت میں نماز فوت ہو جائے، تو وہ تیمم کر کے نماز میں شامل ہو سکتا ہے، کیونکہ ان کا کوئی بدل نہیں۔ لیکن نمازِ پنجگانہ یا جمعہ کے لیے صرف وقت کی تنگی کی وجہ سے تیمم جائز نہیں، کیونکہ پنجگانہ نماز کا بدل قضا ہے اور جمعہ کا بدل ظہر ہے۔

اسی طرح محض بیماری پیدا ہونے کے خوف سے تیمم جائز نہیں۔ آیت کے الفاظ ﴿إِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی مرض کی صورت میں، مرض کی نوعیت کے مطابق تیمم کی اجازت ہے۔ البتہ اگر پانی اس قدر سرد ہو کہ جان یا صحت کے لیے خطرہ بن جائے، تو تیمم کی اجازت ہے۔

تیمم میں ارادہ (نیت) شرط ہے، کیونکہ قرآن میں فرمایا گیا: ﴿فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ اور تیمم کے معنی ہی قصد و ارادہ کے ہیں۔ لہٰذا اگر کسی کے چہرے یا ہاتھ پر خود بخود گرد لگ جائے، یا اس نے بغیر نیت کے مٹی لگالی، تو اس سے تیمم نہیں ہو گا۔ پھر اس سوال پہ کہ کن چیزوں سے تیمم جائز ہے؟ لکھتے ہیں کہ "صعید" سے مراد زمین کی جنس ہے، جس میں مٹی، ریت، پتھر، چونا اور غبار سب شامل ہیں۔ اصول یہ ہے کہ جو چیز جلانے سے نہ جلے اور پگھلانے سے نہ پگھلے، وہ جنسِ زمین میں داخل ہے اور اس سے تیمم جائز ہے۔ لہٰذا لوہا، تانبا، لکڑی اور کپڑا وغیرہ سے تیمم جائز نہیں، کیونکہ یہ جلنے یا پگھلنے والی اشیاء ہیں۔ البتہ اگر ان پر کافی غبار ہو تو اس غبار سے تیمم جائز ہے۔ اسی طرح پتھر، اینٹ یا گارے کی دیوار سے بھی تیمم کیا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی مریض ہسپتال یا گھر میں بستر پر ہو اور پانی استعمال کرنے یا نیچے اترنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو، اور کوئی مددگار بھی موجود نہ ہو، تو وہ اپنے پاس ایک چھوٹا سا پتھر یا اینٹ کا ٹکڑا رکھ لے۔ جب تیمم کی ضرورت ہو تو اس پر ہاتھ مار کر چہرے اور بازوؤں پر مسح کر لے، اس کا تیمم ہو جائے گا۔

صلاۃ الخوف اور صلاۃ القصر سے متعلق فقہی مبحث

قاری طیب نقشبندیؒ نے سورۂ نساء کی آیت ۱۰۱ (وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ...) کی تفسیر میں نمازِ قصر اور نمازِ خوف کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے قبل جہاد اور ہجرت کی فرضیت کا ذکر تھا، اور چونکہ ان دونوں میں سفر لازم آتا ہے، اس لیے مناسب تھا کہ سفر کی نماز کا طریقہ بھی واضح کر دیا جائے۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ تاجروں کی ایک جماعت نے رسول اللہ ﷺ سے سفر میں نماز کے متعلق سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اے مسلمانو! جب تم سفر میں نکلو تو نماز میں قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ قصر کے معنی کسی چیز کو کاٹ کر مختصر کرنا ہے، جیسے احرام کھولنے کے لیے بال چھوٹے کروانا بھی قصر کہلاتا ہے۔ لہٰذا سفر میں قصر یہ ہے کہ ظہر، عصر اور عشاء کی چار فرض رکعات کی جگہ دو رکعات ادا کی جائیں، جبکہ فجر کی دو اور مغرب کی تین رکعات میں قصر نہ ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے۔

ائمۂ اربعہ کے اقوال بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک مسافر کو قصر کرنے یا پوری نماز پڑھنے کا اختیار ہے۔ امام مالکؒ کے دو قول ہیں: ایک میں اختیار ہے اور دوسرے میں نہیں۔ تاہم امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک مسافر پر قصر واجب ہے اور چار رکعات پوری پڑھنا جائز نہیں، اور یہی مسلک حدیث کی رو سے قوی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ابتدا میں سفر اور حضر دونوں میں نماز دو رکعت فرض کی گئی تھی، پھر حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا؛ چنانچہ ظہر، عصر اور عشاء چار رکعت کر دی گئیں، مغرب تین رکعت اور فجر دو رکعت ہی باقی رکھی گئی، جبکہ سفر میں نماز اپنی اصل یعنی دو رکعت ہی رہی، لہٰذا چار رکعت پڑھنے کا محل ہی نہیں۔(۲۵)

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے سفر میں دو رکعت ظہر پڑھائی۔ جب دیکھا کہ کچھ لوگ کھڑے ہو کر مزید رکعتیں ادا کر رہے ہیں تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کیا، آپ نے کبھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں۔ پھر میں حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ سفر کرتا رہا، وہ بھی دو رکعت سے زائد ادا نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(۲۶)

مسافت اور اقامت کے مسائل میں وہ لکھتے ہیں کہ جب مسافر اپنے شہر کی آبادی سے نکل جائے تو قصر شروع کر دے اور واپسی پر شہر کی آبادی میں داخل ہوتے ہی قصر ترک کر دے۔ کم از کم مسافت تقریباً اٹھاون میل ہو، خواہ سفر پیدل ہو یا سواری پر یا ہوائی جہاز کے ذریعے۔ اگر کوئی شخص کسی جگہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ کر لے تو وہ مقیم شمار ہوگا اور پوری نماز پڑھے گا؛ پندرہ دن سے کم قیام کی نیت ہو تو قصر کرے گا۔ تاہم اگر مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو پوری نماز ادا کرے گا۔

مزید یہ کہ سفر میں حتی الامکان مؤکدہ سنتیں نہیں چھوڑنی چاہئیں، یہی سنتِ رسول ہے۔ البتہ اگر عجلت ہو، جیسے بس، ٹرین یا پرواز کا وقت ہو، تو ترک کی گنجائش ہے۔

آیت میں خوف کا ذکر اس لیے آیا کہ نزول کے وقت کفار سے جنگیں جاری تھیں اور عموماً سفر جہاد کے لیے ہوتا تھا۔ نماز باجماعت ادا کی جاتی تھی اور اندیشہ رہتا تھا کہ دورانِ نماز دشمن حملہ نہ کر دے، اس لیے چار رکعت والی نمازوں میں قصر کی اجازت دی گئی۔ بعد میں اگرچہ وہ خاص کیفیت باقی نہ رہی، لیکن سفر میں قصر کا حکم برقرار رہا۔

حضرت یعلیٰ بن امیہؓ کہتے ہیں کہ آیت کے الفاظ﴿إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾(اگر تمہیں خوف ہو کہ کافر تمہیں فتنے میں ڈالیں گے) سے مجھے تعجب ہوا۔ میں نے حضرت عمر فاروقؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے بھی تعجب ہوا تھا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا صدقہ ہے جو اس نے تم پر کیا ہے، پس اس کے صدقے کو قبول کرو۔ اس سے واضح ہوا کہ قصر صرف حالتِ خوف کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ سفر میں مطلقاً مشروع ہے۔

مزید اس سے وہ یہ سبق اخذ کرتے ہیں کہ نماز کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ وہ سفر میں بھی معاف نہیں ہے کئی بے نماز لوگ دوران سفر نماز پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں یہ کافرانہ طرز عمل ہے آیت کے آخر میں فرمایا گیا ہے کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں یعنی کفار کی قومی پالیسی کبھی مسلمانوں کے حق میں نہیں ہو سکتی انفرادی دوستی الگ چیز ہے اس میں بھی احتیاط لازم ہے۔

قاری طیب نقشبندیؒ اس مقام سے یہ سبق اخذ کرتے ہیں کہ نماز کی عظمت اور اہمیت انتہائی نمایاں ہے، کیونکہ وہ سفر جیسے عذر کی حالت میں بھی ساقط نہیں کی گئی بلکہ اس میں صرف تخفیف (قصر) کی اجازت دی گئی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت نے سہولت تو دی ہے مگر عبادت کو معاف نہیں کیا۔ لہٰذا جو لوگ سفر کے دوران نماز سے اعراض کرتے ہیں یا اسے بوجھ سمجھتے ہیں، وہ درحقیقت دینی شعور سے محرومی کا اظہار کرتے ہیں۔ مومن کا طرزِ عمل یہ ہونا چاہیے کہ وہ ہر حال میں نماز کی پابندی کرے، خواہ مقیم ہو یا مسافر۔

آیت کے آخری حصے میں ارشاد ہوتا ہے کہ کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ اس سے وہ یہ نکتہ بیان کرتے ہیں کہ بحیثیت مجموعی کفار کی اجتماعی اور قومی پالیسی مسلمانوں کے مفاد میں نہیں ہو سکتی، کیونکہ عقیدہ اور تہذیبی بنیادیں جدا ہیں۔ البتہ انفرادی سطح پر حسنِ سلوک، عدل اور معاملات کی گنجائش اپنی جگہ موجود ہے، لیکن اس میں بھی احتیاط اور دینی بصیرت لازم ہے تاکہ دوستی اور تعلق کی نوعیت ایمان اور دینی غیرت پر اثر انداز نہ ہو۔

مزید وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو حکم دیا کہ جب آپ لشکرِ اسلام میں موجود ہوں اور حالتِ خوف ہو تو نماز اس طریقے سے پڑھائیں کہ ایک جماعت دشمن کے مقابلے میں کھڑی رہے اور دوسری جماعت آپ کے ساتھ نماز ادا کرے، اس حال میں کہ وہ اسلحہ اپنے ساتھ رکھیں۔

پہلا گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت ادا کر کے واپس چلا جائے اور دوسرا گروہ، جس نے ابھی نماز ادا نہیں کی، آ کر امام کے ساتھ باقی رکعت ادا کرے۔ بعد میں دونوں گروہ اپنی اپنی نماز مکمل کر لیں۔ اگر نماز چار رکعت والی ہو تو ایک جماعت پہلی دو رکعت امام کے ساتھ پڑھے اور دوسری جماعت بعد کی دو رکعت، پھر ہر جماعت اپنی بقیہ نماز الگ مکمل کرے۔ یہ صورت اس وقت ہے جب پورا لشکر ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہے، جیسا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی موجودگی میں کسی اور کے پیچھے نماز پڑھنے کو پسند نہ کرتے تھے۔

وہ لکھتے ہیں کہ اس طرز کی صلاۃ الخوف بعض اکابر صحابہ سے بھی منقول ہے۔ چنانچہ سنن أبي داود، کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ الخوف میں اس کا ذکر ملتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ نے مختلف مواقع پر اسی طرح نمازِ خوف ادا کروائی کہ ایک گروہ کو ایک رکعت اور دوسرے کو دوسری رکعت پڑھائی۔(۲۷)

اسی ضمن میں وہ واقعۂ کربلا کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ البدایۃ والنھایۃ میں منقول ہے کہ امام عالی مقام امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے دس محرم کو نمازِ ظہر کے لیے مہلت طلب کی، اور پھر اپنے اصحاب کے ساتھ صلاۃ الخوف کے طریقے پر نماز ادا کی۔(۲۸)

اسی سے وہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ عوام میں مشہور یہ بات کہ امام حسینؓ نے سجدہ کی حالت میں نماز پڑھتے ہوئے سر کٹوا دیا، مستند تاریخی مآخذ سے ثابت نہیں۔ معتبر کتبِ تاریخ میں شہادت کا واقعہ اس طرح مذکور ہے کہ آپ دشمنوں کے نرغے میں تھے، آپ پر مختلف اطراف سے حملے کیے گئے، پھر سنان نخعی یا شمر بن ذی الجوشن نے نیزہ مارا جس سے آپ گر گئے اور بعد ازاں سر مبارک جدا کیا گیا۔ اس کی تائید تاریخ الطبری سے بھی ہوتی ہے۔(۲۹)

مزید وہ کہتے ہیں کہ امام حسینؓ کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ نے عین وقتِ شہادت سے قبل نماز قائم کی اور اپنے نانا جان ﷺ کی سنت کو زندہ کیا، اور عملاً یہ تعلیم دی کہ اہلِ بیتِ رسول جان کی بازی لگا کر بھی نماز ادا کرتے ہیں۔ مزید وضاحت کرتے ہوئے وہ بیان کرتے ہیں کہ اگر ایسی مجبوری نہ ہو کہ سب ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیں، تو بہتر یہ ہے کہ لشکر کی دو جماعتیں الگ الگ اماموں کے پیچھے مکمل نماز ادا کر لیں، تاکہ نماز کے دوران نقل و حرکت کم سے کم ہو۔

آخر میں وہ اس مقام سے نماز کی اہمیت کو دوبارہ اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب جان کا خطرہ ہو تب بھی نماز معاف نہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے میدانِ جہاد میں بھی نماز کی حفاظت کی، اسی لیے وہ ہر معرکے میں کامیاب لوٹے۔ اس کے برعکس اگر مسلمان اپنے فرائضِ دینی سے غافل ہو جائیں تو محض ظاہری اسباب کامیابی کی ضمانت نہیں بن سکتے۔ قاری طیب نقشبندیؒ صلاۃ الخوف کے احکام سے چند اہم دروس اخذ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ جب سخت خوف و خطر کی حالت میں بھی اکیلے نماز پڑھنے کے بجائے باجماعت نماز کا حکم دیا گیا، تو اس سے جماعت کی قدر و منزلت واضح ہو جاتی ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میدانِ جنگ میں بھی باجماعت نماز ادا کرتے تھے، اور یہی روحانی قوت ان کی دنیوی فتوحات کا سبب بنی۔ ان کے نزدیک جو بندہ اللہ کے حضور جھک جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسبابِ غلبہ پیدا فرما دیتا ہے۔(۳۰)

وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے جو طریقہ عملاً اختیار فرمایا، اسی میں امت کی کامیابی مضمر ہے۔ جب تک مسلمان اس منہج کو اپنائے رکھیں گے، کامیابی ان کا مقدر رہے گی؛ اور جب وہ اس سے انحراف کریں گے تو زوال اور ناکامی کا سامنا ہوگا۔ اس تناظر میں وہ سیرتِ نبوی کو معیارِ عمل قرار دیتے ہیں۔

صلاۃ الخوف کے واقعے سے وہ ایک فقہی قاعدہ بھی اخذ کرتے ہیں کہ اگر نماز کے دوران کوئی عارضہ پیش آجائے اور نمازی کو کسی ضرورت کے تحت حرکت کرنی پڑے، تو محض اس حرکت سے نماز فاسد نہیں ہوتی، بشرطیکہ وہ خلافِ نماز کلام یا عمل نہ کرے۔ چنانچہ اگر کسی کا وضو نماز میں ٹوٹ جائے تو وہ جا کر وضو کرے اور پھر وہیں سے نماز مکمل کرے جہاں سے چھوٹی تھی، بشرطیکہ دورانِ وضو کوئی ایسا عمل نہ کیا ہو جو نماز کے منافی ہو۔ نمازِ خوف میں مجاہدین کا ایک گروہ نماز ادا کر کے محاذ پر چلا جانا اور دوسرے گروہ کا آکر باقی رکعت ادا کرنا اسی اصول کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

یوں قاری صاحب اس آیت سے تین بنیادی نکات واضح کرتے ہیں:

- جماعت کی مرکزی اہمیت اور اجتماعی عبادت کی اہمیت،
- سنتِ نبوی کی عملی پیروی کی اہمیت،
- اور ضرورت کے تحت نماز میں محدود حرکت کی گنجائش۔

ان کے نزدیک یہ تعلیمات محض تاریخی احکام نہیں بلکہ ہر دور کے مسلمانوں کے لیے عملی ہدایت کا درجہ رکھتی ہیں۔(۳۱)

الغرض اس مقالہ میں نماز سے متعلق جدید فقہی مسائل کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے، جس میں قاری محمد طیب نقشبندی کی تفسیر برہان القرآن کی روشنی میں نماز سے متعلق معاصر اہم موضوعات زیر بحث لائے گئے ہیں۔ نماز اسلامی عبادات میں بنیادی ستون ہے جو فرد اور معاشرہ دونوں کے لیے روحانی اور اجتماعی نظم قائم کرتی ہے۔ تاہم جدید دور میں ٹرانسپورٹ کے نئے ذرائع، سفر، طبی مسائل، اور سماجی پیچیدگیوں نے نماز سے متعلق نئے فقہی مسائل پیدا کیے ہیں، جن کا حل صرف روایتی فہم سے ممکن نہیں بلکہ اجتہادی بصیرت کی ضرورت ہے۔

مقالے میں نماز کی اہمیت، باجماعت نماز، امام کی صلاحت، اور بدعقیدہ یا فاسق امام کے پیچھے نماز کے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے علاوہ تیمم کے احکام، سفر میں نماز، صلاۃ القصر، صلاۃ الخوف، اور ہوائی جہاز، بس یا ٹرین میں نماز ادا کرنے کے معاصر مسائل بھی بیان کیے گئے ہیں۔ نشہ یا جنابت کی حالت میں نماز نہ پڑھنے کی دلیل، صحیح قراءت کی ضرورت، اور نماز میں شعور و حضور قلب کی اہمیت پر بھی تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔

مصنف نے فقہاء احناف اور دیگر مکاتبِ فکر کے اقوال، حدیث، اور قرآن کی آیات کی روشنی میں ان مسائل کا تجزیہ کیا ہے اور معاصر حالات میں ان کے اطلاق کی وضاحت کی ہے۔ مقالے سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اسلامی فقہ نے عبادات کے احکام میں ایسی لچک اور رہنمائی رکھی ہے جو بدلتے ہوئے دور میں مؤمن کو اپنی عبادات میں آسانی اور استقامت دونوں فراہم کرتی ہے۔ یہ مطالعہ نہ صرف نماز کے معاصر فقہی مسائل کو واضح کرتا ہے بلکہ اصول فقہ کی روشنی میں اجتہادی رہنمائی کے ذریعے موجودہ دور میں عبادات کی درست ادائیگی اور ان کی افادیت کو بھی اجاگر کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) البقرۃ:۴۳

(۲) بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الأذان، باب وجوب صلاۃ الجماعۃ، (بیروت: دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء)، ح: ۶۴۴۔

(۳) ایضاً ، ح: ۶۵۰

(۴) القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل المشي إلى الصلاۃ، (بیروت: دار احیاء التراث العربی)، ح:۶۶۶۔

(۵) الفتاویٰ الہندیۃ المعروف فتاویٰ عالمگیری، (بیروت: دار الفکر س ن)، ا: ۸۳۔

(۶) نقشبندی، قاری طیب، تفسیر برہان القرآن، (لاہور: ادارہ برہان القرآن، ۲۰۱۶ء)، ا: ۱۹۶۔

(۷) الشرنبالی، حسن بن عمار، مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، فضل فی الامامۃ، (کراچی: قدیمی کتب خانہ، س ن) ، ۱۶۵۔

(۸) نقشبندی، تفسیر برھان القرآن، ۲: ۱۹۶۔

(۹) البقرۃ:۱۱۰

(۱۰) نقشبندی، تفسیر برھان القرآن، ۲: ۲۹۱۔

(۱۱) البقرہ: ۱۱۵

(۱۲) البقرہ:۲۳۹

(۱۳) نقشبندی، تفسیر برھان القرآن، ۲: ۲۹۱۔

(۱۴) فتاویٰ قاضی خان، (کوئٹہ: علی ہامش، س ن)، ا: ۱۷۱۔

(۱۵) نقشبندی، تفسیر برھان القرآن، ۲: ۲۹۷۔

(۱۶) النساء:۴۳

(۱۷) المائدہ:۹۰

(۱۸) ایضاً:۹۱

(۱۹) النساء:۴۳

(۲۰) نقشبندی، تفسیر برھان القرآن، ۲: ۲۹۷۔

(۲۱) بخاری، الصحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: إذا نعس فی الصلاۃ فلیرقد، ح: ۲۱۲۔

(۲۲) نقشبندی، تفسیر برھان القرآن، ۲: ۳۳۰۔

(۲۳) ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب: التیمم، (بیروت: دار الرسالۃ العالمیۃ، ۲۰۰۹)، ح: ۳۳۴۔

(۲۴) النساء:۴۳

(۲۵) القشیری، صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، ح: ۴۔

(۲۶) الاحزاب:۲۱

(۲۷) ابو داؤد، سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب: صلاۃ الخوف، حدیث: صفۃ صلاۃ الخوف، ا: ۳۶۳-۳۶۶۔

(۲۸) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ (بیروت: دار الریان للتراث)، ۸: ۱۸۹۔

(۲۹) الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تاریخ الطبری (بیروت: دار الکتب العلمیۃ)، ۳: ۳۳۴۔

(۳۰) نقشبندی، تفسیر برہان القرآن، ۲: ۴۱۸۔

(۳۱) نقشبندی، تفسیر برہان القرآن، ۲: ۴۱۹۔

❖❖❖